مولانا عیسی منصوری (لندن)

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
اس صدی کے اکابرین امت کی نظر میں

حضرات گرامی قدر آج ہم مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی زندگی، شخصیت، سیرت، علوم وافکار وخدمات کے تذکرے اور آپکی زندگی وکارناموں سے رہنمائی حاصل کرنے انہیں مشعل راہ بنانے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ ہمارا یہ اجلاس مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے علوم اور عصر حاضر میں آپ کے فکری کام کے حوالے سے اہم پیش رفت ہے حضرت مولاناؒ کی حیات مستعار کے ۷۰ سالہ شب وروز اور آپ کی علمی وفکری جدوجہد کو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک یہ کہ آپ نے مغربی فکرو فلسفہ کا گہرا تجزیہ کر کے مغربی افکار و نظریات اور تمدن وسیاست کی زہرناکی اور پوری انسانیت کے لئے اس کی تباہ کاریوں پر مفصل ومدلل بحث فرمائی اس کا سلسلہ ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین سے شروع ہو کر اسلام اور مغربیت کی کشمکش نقوش اقبال سمیت متعدد تصانیف اور سینکڑوں مضامین و تقاریر پر محیط ہے اور شکر ہے کہ یہ سارا علمی ذخیرہ محفوظ ہے دوسرے آپ نے قرآن و سنت اکابرین ملت اور ملت اسلامیہ کی تاریخ کی روشنی و رہنمائی پر نہایت سنجیدہ و مثبت علمی انداز میں کام کیا اس کا سلسلہ "سیرت احمد شہید" "تاریخ دعوت وعزیمت "اور اسمعیات کے سلسلہ سے شروع ہو کر منصب نبوت، نبی رحمت، ارکان اربعہ اور سینکڑوں مقالات ومضامین کی صورت میں ہزارہا صفحات میں پھیلا ہوا ہے یہ عظیم ذخیرہ بھی ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے واقعہ یہ ہے کہ عالم اسلام میں عصر حاضر کے مسائل، چیلنجز، مغرب کی تمدنی وفکری یلغار علمی وفکری فتن کو جس شخصیت نے سب سے سے زیادہ سمجھا، محسوس کیا اور اسکا علمی طور پر جواب تیار کیا، ملت اسلامیہ کے شعور کو بیدار کیا نئی نسل کی رہنمائی کی وہ مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ ہیں۔ اسی مناسبت سے بندہ نے اپنے مقالہ کا عنوان صدی کی شخصیت تجویز کیا تھا اللہ تعالی نے موجودہ صدی میں ملت اسلامیہ کی علمی وفکری رہنمائی کا بنیادی کام آپ سے لیا لیکن بعض کرم فرماؤں کے اصرار پر اب بندہ کے مقالہ کا عنوان ہے مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اکابرین امت کی نظر میں۔

حضرات گرامی قدر! حضرت مولاناؒ جیسے مشاہیر کی زندگیاں تقویم کے ایام و شہور یا کسی کیلنڈر کے کسی

چھوٹے بڑے دن میں پیدائش و وفات کے تعلق و تذکرے کی رہین منت نہیں ان کی یاد کے لئے کسی خاص موسم یا فصل گل کی بھی ضرورت نہیں ان کا وجود تاریخ کی ایک سچائی اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اس لئے کوئی موسم ہو بہار و خزاں کا کوئی دور ہو ان کی یاد ہماری تعلیم و تہذیب کی ایک لازمی ضرورت ہے ہم ان کے تذکرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

حضرات گرامی قدر! ہم کسی شخصیت کی رسمی طور پر یاد منانے کے قائل نہیں ہم تو اپنے اسلاف کی سیرت اور انکے افکار کے محاسن کے جویا ہیں ہم ان کے روشن کارناموں اور عظیم الشان خدمات کو مشعل راہ بنانا چاہتے ہیں ہم اس عہد سعادت اور دور علم و تہذیب کی بازیافت کے لئے کوشاں ہیں۔ جس کے سانچوں میں علم و عمل کے جامع اور ایثار و قربانی کے مجسمے اور اخلاق و سیرت کے یہ حسین پیکر ڈھلا کرتے تھے ہم چاہتے ہیں کہ ان کے علوم و افکار سے ہمارے سینے معمور اور دماغ روشن ہوں ان کی زندگی ہمارے لئے نمونہ ہو ان کے کارنامے اور ایثار ہمارے لئے مشعل راہ ہوں یہاں تک کہ ہمارے نوجوانوں کی زندگیاں اپنے اسلاف کرام کی یادگار اور نمونہ بن جائیں۔ حضرت مولاناؒ اسلام کے خدمت گاروں اور حق پرستوں کے جس قبیلے ایثار پیشہ گانِ ملت کے جس قافلے اور تجدید احیاء اسلام کی تحریک کے جس سلسلۃ الذھب سے تعلق رکھتے تھے اس کی مختلف کڑیاں صدیوں پر پھیلی ہوئی تاریخ کو محیط ہیں اس وقت ہمارا موضوع اور اس سیمینار کے انعقاد کا مقصد مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے علوم و افکار سے روشنی حاصل کرنا ہے۔ کیونکہ عصر حاضر میں نئی نسل کے لئے علمی و فکری رہنمائی کا سب سے زیادہ ساز و سامان حضرت مولاناؒ کی عملی زندگی اور آپ کی تصانیف میں موجود ہے۔

حضرت مولاناؒ کی شخصیت میں فیضان الٰہی سے علم و عمل، فکر و سیرت، اخلاق و تہذیب کی بے شمار خوبیاں جمع ہو گئی تھیں آپ کے علم و فکر تالیف و تدوین اور شرح و تفسیر علوم و فنون اور خدمات ملت اسلامیہ کی جو خوبیاں دنیا پر ظاہر ہوئیں اور اصحاب علم و نظر نے جن کا اعتراف کیا وہ یہ نہیں کہ آپ کا ایک بلند پایہ عالم دین تھے قرآن و حدیث اور تاریخ عالم و اسلام میں آپ کی گہری نظر تھی خاص طور پر علوم قرآن کے بے مثال عالم تھے حکیم الہند امام ولی اللہ دہلویؒ کے علوم و معارف کے محقق و شارح تھے۔ آپ اپنی خدمات کی وجہ سے عالم اسلام کے دلوں کی دھڑکن بن گئے تھے۔ آپ کو منجانب اللہ جو عزت و توقیر اور قدر و منزلت عطا ہوئی وہ ایک تاریخی ریکارڈ ہے اور واضح طور پر (سیجعل لھم الرحمن ودا) کی عملی تفسیر اس دور کے مختلف الخیال اصحاب فضل و کمال میں ایسی ہمہ گیر مقبولیت کی کوئی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ آپ کے یہاں علم کے موتیوں اور معرفت کے جواہر

پاروں کی ایسی ریل پیل رہتی کہ جن کے لمحوں کو محفوظ کرلیں تو صدیاں فائدہ اٹھاتی رہیں۔ آپ موجودہ دور میں امام غزالیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ دھلویؒ کے علوم وافکار کا زندہ و تابندہ نمونہ تھے جس کا نہ صرف ہم عصر بلکہ آپکے اکابر و بزرگوں نے بھی دل کھول کر اعتراف فرمایا یہی اعترافات اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہیں۔

اس صدی کے سب سے بڑے امت کے مصلح اور شریعت و طریقت کے جامع حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ایک گرامی نامہ میں اس طرح مخاطب فرماتے ہیں :

مخدمت مجمع الکمالات زید لطفکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

فرحت نامہ پہنچا ہر ہر لفظ حیات نقش تھا جزاکم اللہ علی ھذہ المحبة آپ کے صدق و خلوص و سلامت فہم کے اثر سے میری طبیعت بھی دفعتاً آپ سے بے تکلف ہوگئی۔

حضرت حکیم الامتؒ کی محتاط و معتدل شخصیت سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والا آدمی بھی جانتا ہے کہ حضرت کے ہاں محض رسمی طور پر یا تکلفاً القاب اور اعزاز و اعتراف کا رواج نہ تھا۔ ایک ۱۹ سالہ نوجوان عالم دین کو مجمع الکمالات لکھنا جہاں بہت بڑا اعزاز اور بڑی باوقار سند ہے وہیں مولاناؒ کے متعلق حضرت حکیم الامتؒ کے کمالِ فراست کی دلیل بھی۔ اس صدی کے سب سے بڑے داعی الی اللہ امام التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی نظر میں مولاناؒ کا جو مقام واحترام تھا اسکا کسی قدر اندازہ آپ کے ان مکتوبات سے لگایا جاسکتا ہے جو آپ نے مولاناؒ کو تحریر فرمائے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :

مخدومی ومکرمی حضرت سید صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آں محترم کی توجہات عالیہ سے تبلیغ کو جسقدر نفع پہنچا ہے اب تک لگنے والوں میں سے کسی کو نہیں پہنچا اللہ تعالیٰ آپکی مقدس توجہات کو اس طرف اور زائد سے زائد مبذول فرمائے آپکی تشریف آوری کا انتظار ہے توجہات عالیہ اور دعواتِ صالحہ کا امیدوار ہوں (بندہ محمد الیاس غفرلہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۳)

اور ایک مکتوب کی ابتدا اس طرح فرماتے ہیں :

مخدمت عالی عمدۃ الآمال والا مانی مکرم محترم جناب سید صاحب دام مجدکم : السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ' اس سے پہلے گرامی نامہ عالی شرف صدور لاکر بہت دنوں تک اپنے لئے وسیلہ آخرت سمجھتے ہوئے اسکی حفاظت کرتا رہا اور مکرر سہ کرر اپنی آنکھوں اور دل کو تسلی دیتا رہا...... میری امیدوں اور تمناؤں کے ودیعت گاہ محترم سلالہ خاندان نبوت جناب عالی کا سہمانانِ نبوت کو ساتھ لیکر اس کام کیلئے قدم مبارک کا اٹھانا جس قدر عظیم ہے اسی قدر اس کی وقعت...... میرا ضمیر شہادت دے رہا ہے کہ یہ کام دراصل آپ جیسے اہل اور خاندانِ نبوت ہی کے کرنے کا ہے۔ آپ کے قلوب سے جس قدر اس کے

لئے شرح صدر کے ساتھ استقامت ظہور میں آتی چلی جائے گی اسی قدر گویا اس کے درست ہونے کی امیدیں صحیح ہوتی چلی آئیں گی۔

ایک بار حضرت مولاناؒ نے اپنے دہلی حاضری کی اطلاع دی تو رئیس التبلیغ مولانا الیاسؒ نے اس خوشخبری پر تحریر فرمایا جناب کی تشریف آوری کا مزدہ روئیں روئیں کو تروتازہ کر رہا ہے حق تعالیٰ ہمیں آپ کی ذات گرامی سے منتفع فرمائیں۔

حضرت مولانا محمد الیاسؒ آپ کی خاندانی نسبت خصوصاً حضرت سید احمد شہیدؒ کے کس قدر معترف و معتقد تھے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں : از سگ آستانہ عزیزی واحمدی بندہ محمد الیاس عفی عنہ بسلالہ خاندان نبوت جوہر تابان معدن سیادت جناب سید صاحب دام مجدکم 'السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : ایک اپنے خاندان کے ذرہ بے مقدار خادم سے اپنے ذاتی جوہر اور حسن ظن کے سرمایہ کی بدولت کیسی خدمت وابستہ فرمادی یہ بندہ ناچیز نہ اس کا اہل ہے نہ بندہ کو مضامین پر دسترس ہے لیکن عادۃ اللہ یہ جاری ہے انا عند ظن عبدی بی آپ جیسے حضرات کے حسن ظن کا بھی اثر ہوگا اور نتیجہ ہوگا کہ فیاض ازلی سے کچھ نصیب ہو جاوے گا۔

حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے وفات سے دو روز پہلے فرمایا:

"مولانا میں آپ کا شکریہ کیسے ادا کروں آپ کی کیا تعریف کروں تعریف کرنا محبت کا اوچھا پن ہے"

پھر اچانک سر اٹھا کر مولانا علی میاںؒ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا "اچھا جایئے دولت قرآن مبارک ہو"

دنیا جانتی ہے الشیخ الندوی کو قرآنی علوم و معارف مطالب و مقاصد کے افہام و تفہیم کا ایک خاص نرالہ و البیلا ذوق و ملکہ عطا ہوا تھا کیا خبر یہ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی دعاؤں اور توجہ کا اثر ہو! ایک بار مولاناؒ شہر کے کسی تبلیغی گشت میں تشریف لے گئے تھے حضرت مولانا الیاسؒ نے فرمایا

"ایک آدمی میری بات سمجھنے والا تھا تم نے اس کو بھی بھیج دیا اب میں کس سے بات کروں۔"

حضرت مولانا الیاسؒ کے جانشین داعی الی اللہ امیر تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسفؒ ایک طویل خط میں لکھتے ہیں

مخدوم و مکرم و معظم جناب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ '

حضرت عالی مجھے دل سے اعتراف ہے کہ آپ نے حضرت مولانا مرحوم (مولانا الیاسؒ) کی اس وقت قدر کی جس وقت یہ ناچیز ناقدری کر رہا تھا اور آپ نے اس وقت عمل کی طرف قدم اٹھایا جس وقت یہ حقیر اس سے پہلو تہی کر رہا تھا' آپ سنتے تھے' تعمیل کرتے تھے' سمجھتے تھے اور محفوظ رکھتے تھے اور اس کام کے انہماک اور دعوت کی طرف تیزی کے ساتھ بڑھتے چلے جا رہے تھے' اعتماد و افتخار کے ساتھ حضرت مولاناؒ کا نام لے کر فرمایا کہ "وہ آئیں گے تو ہم ان سے چمٹ جائیں گے کہ یہ کام کر کے جاؤ" اللہ

تعالیٰ نے آپ کی دعوت میں تاثیر دی اضلاع متصلہ سے باہر یہ کام آپ کی ہی وساطت سے پھیلا اور علمی حلقوں میں آپ ہی کی وساطت سے یہ چیز پہنچی ...... اگر حضرت عالی اپنے ان کمالات و فیوض سے جو حضرت مرحوم کے ساتھ محبت و تعلق اور اس کام کی طرف سبقت و دعوت سے آپ کو حاصل ہیں اور ساداتی جواہرات نے اس کو چار چاند لگائے ہیں ہم خدام کو مستفید فرمائیں تو عین مراثم خسروانہ ہوں .. اگر زیادہ نہیں تو کم از کم ایک ہفتہ عشرہ کے لئے تشریف لائیں تاکہ بقیہ تبلیغی حالات تفصیل سے سامنے رکھے جا سکیں اس وقت ہم خدام کو آپ کی سخت ضرورت ہے۔

حضرت مولاناؒ ولی کامل عارف باللہ مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے محبوب ترین اور معتمد ترین خلفاء میں سے تھے مولانا لاہوریؒ آپ سے اپنے حقیقی بیٹے کی طرح محبت فرماتے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں "چونکہ آپ میرے پاس ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کا جو فضل بھی آپ پر ہو وہ میرے لئے باعث صد فخر ہے مجھے جس طرح (صاحبزادہ) مولوی حبیب اللہ سلمہ کی ترقی سے فرحت ہو سکتی ہے اسی طرح بلکہ بعض وجوہ کی بناء پر اس سے زیادہ خوشی اور سرور آپ کے درجات کی ترقی سے ہوتا ہے اب یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت عطا فرمائے اور موجودہ دور فتن میں تمام مصائب و آلام سے محفوظ رکھے امین یا الہ العالمین۔

حضرت لاہوریؒ ایک اور مکتوب میں رقم طراز ہیں "میرے دل میں آپ کی جو عزت ہے اسے ضبط تحریر میں لانے کی ضرورت نہیں سمجھتا اسی محبت و عزت کا نتیجہ ہے کہ میں نے حج کی رات مسجد خیف میں آپ کے درجات کی ترقی کیلئے بارگاہ الٰہی سے استدعا کی اور الحمد للہ اس نے بارگاہ الٰہی میں قبولیت پائی"۔

ایک اور مکتوب میں حضرت لاہوریؒ لکھتے ہیں :

"(آپکا خط پڑھا) تو اس میں آپ نے اپنی شرافت خداداد اور سعادت ازلی کے وہ موتی الفاظ کی لڑیوں میں پروئے ہوئے تھے جنہیں پڑھ کر بے ساختہ آپ کی صلاحیت و شرافت اور سعادت کی دل نے داد دی اور دل سے دعا نکلی کہ اے اللہ مولوی ابوالحسن صاحب کو اپنی رضا میں فنا کر کے دین کی خدمت کا بہت بڑا کام لے اور انہیں تا دیر سلامت رکھ کر دین کی تبلیغ اور خلق اللہ کے باطن کی تربیت کی توفیق عطا فرما اور انہیں اخلاص و استقامت کے عطیات سے سرفراز فرما امین یا رب العالمین"

حضرت لاہوری کی طرح قطب وقت حضرۃ مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے بھی آپکو اجازت و خلافت حاصل تھی حضرۃ رائے پوری کو جو آپ سے محبت و انسیت اور تعلق خاطر تھا اسکی شہادت حضرت رائے پوری کے دوسرے محبوب خلیفہ حضرۃ مولانا محمد منظور نعمانی کی زبان سے سنئے حضرۃ مولانا نعمانی ایک جگہ لکھتے ہیں :

"اگرچہ یہ ناچیز ہی مولانا علی میاں کے جانے اور حضرت سے تعلق قائم ہونے کا اول ذریعہ بنا

حضرت سے بیعت کا شرف بھی پہلے ناچیز ہی کو حاصل ہوا لیکن موصوف کی ان خداداد صفات اور خصوصیات کی وجہ سے جن کے اللہ کے یہاں اور اسکے مقبول بندوں کے ہاں بہت زیادہ قدر و قیمت ہے حضرت کے ہاں محبوبیت کا جو مقام ان کو حاصل ہوا وہ اس ناچیز کے لئے موجب مسرت ہونے کے باوجود ہمیشہ رشک و غبطہ کا باعث بنا رہا (ذالك فضل الله يوتيه من يشاء)"

حضرت رائے پوریؒ نے ۲۸ نومبر 1956ء ایک مکتوب میں مولانا علی میاںؒ کو مخاطب فرماتے ہوئے مولانا روم کے وہ اشعار تحریر فرمائے جو انہوں نے حضرت شمش تبریزؒ کے اشتیاق میں تحریر فرمائے تھے اور تحریر فرمایا کہ :

"آپ کے آنے سے میری کٹیا (خانقاہ) ایسے روشن ہو گئی جیسے شمس تبریز کے آنے سے مولانا رومؒ کے آستانے میں بہار آگئی تھی۔"

حضرت رائے پوریؒ کو مولاناؒ کی ذات سے جو محبت وانسیت کے ساتھ ناز وافتخار کا تعلق تھا اس کا اظہار وظہور زبانی تحریری و عملی طور پر ہوتا رہتا تھا چنانچہ جب لاہور کے ایک عالمی اجلاس میں قادیانیت کے تعلق سے ایک عربی کتاب کی ضرورت محسوس کی گئی تو حضرت رائے پوریؒ نے بڑے اعتماد وافتخار کے ساتھ حضرت مولاناؒ کا نام لے کر فرمایا کہ "وہ آئیں گے تو ہم ان سے چمٹ جائیں گے کہ یہ کام کر کے جاؤ"

آپ کے شیخ حضرت رائے پوریؒ اپنے آخری حج 1950ء میں آپ کو خاص اہتمام واصرار سے اپنے ساتھ لے گئے اور فرمایا کہ "یہ سفر میں نے تمہارے لئے کیا ہے۔"

مکہ مکرمہ میں آپ کے شیخ حضرت رائے پوری کی شفقت و محبت کا یہ عالم کہ جب حضرت مولانا دعوتی و تبلیغی مصروفیات سے فارغ ہو کر مستقر پر پہنچتے تو شیخ کو اپنا منتظر پاتے انتظار و اشتیاق کا وہ انداز جیسے ماں اپنے بچے کیلئے سراپا انتظار رہتی ہے آتے ہی کھانے کیلئے فرماتے کبھی کبھی خود اپنے ہاتھ سے لقمے بنا کر منہ میں رکھتے حضرت مولانا لکھتے ہیں :

"جب میں خیمہ میں قدم رکھتا تو دیکھتا کہ حضرت بیٹھے ہوئے ہیں سامنے رومال میں روٹیاں لپٹی ہوئی رکھی ہیں مجھ کو دیکھ کر فرماتے "علی میاں تم کو کھانے کا بھی ہوش نہیں یہ دیکھو تمہارے لئے چپاتیاں لئے بیٹھا ہوں کہ خمیری روٹی تم کو نقصان کرتی ہے"

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ جو آپ کے حدیث شریف کے استاد بھی تھے آپ کے برادر مکرم ڈاکٹر عبدالعلی صاحب کو ایک بشارت آمیز مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :

"اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ کریم ساز موصوف (علی میاں) کو مفتاح خیر اور مغلاق شر بنائے حضرت

سید احمد شہید قدس سرہ العزیز کی تجدید ملت اسلامیہ کا علمبردار بنا کر نعمائے لدنیہ سے مالا مال کرے آمین" ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۷۰ء

حضرت شیخ الاسلامؒ کی دعا کا اثر دنیا نے دیکھا اللہ تعالیٰ نے حضرت مولاناؒ سے اس صدی میں تجدید ملت اسلامیہ کا کام لیا۔

اسی طرح ولی کامل حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ کی حضرت مولانا سے محبت و انسیت کا اندازہ ان بے شمار خطوط سے لگایا جاسکتا ہے جو حضرت شیخؒ نے تحریر فرمائے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"بلا تصنع اور بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ آپ کے لئے دعا کرنا اپنا فریضہ اور آپ کا حق سمجھتا ہوں"

حضرت شیخ ۲۲ جمادی الاولی ۱۳۹۳ھ کو مدینہ منورہ سے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"دعاؤں سے نہ مکہ میں دریغ ہوا نہ مدینہ پاک میں اور یہ بھی یاد نہیں کہ کسی دن آپ کیلئے صلوٰۃ وسلام پہنچانے میں تخلف ہوا ہو اس سے تو آپ کو بھی انکار نہیں ہوگا کہ دل بستگی جتنی آپ سے ہے اتنی کسی سے بھی نہیں رہی۔

مولاناؒ پر حضرت شیخؒ کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ مدینہ منورہ قیام کے زمانے میں مجلس ذکر میں جب صبح کو حاضری ہوتی تو روزانہ کا معمول تھا کہ عین ذکر کی حالت میں ایک چمچہ تلے ہوئے انڈے کا اور ایک خمیرہ کا مولانا کے منہ سے لگادیا جاتا اسی طرح حضرت شیخ اپنی عربی تصانیف پر باصرار حضرت مولاناؒ سے مقدمہ لکھوایا کرتے تھے۔ مولاناؒ کی اکثر تصانیف اپنی مجلس میں سنتے اور قدر افزائی فرماتے جب امریکہ میں تقریروں کا مجموعہ (نئی دنیا امریکہ سے صاف صاف باتیں) شائع ہوا تو حسب معمول حضرت شیخ نے اپنی مجلس میں پوری کتاب سنی اور خط تحریر فرمایا کہ اردو کے ساتھ انگریزی و عربی میں ترجمہ ہونا چاہیے تینوں زبانوں میں ایک لاکھ کے قریب نسخے چھپوا کر خوب تقسیم کرائے جائیں اس کتاب کے دوہزار نسخے حضرت شیخ نے خود خرید کر تقسیم فرمائے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا شاہ وصی اللہ الہ بادیؒ کو حضرت مولانا سے غایت محبت و شفقت رہی جس طرح مائیں اپنے پیارے بچوں کو پاس بٹھا کر کھلاتی ہیں حضرت کبھی کبھی لقمہ بنا کر مولانا کے منہ میں رکھ دیتے جب کبھی مولاناؒ کے الہ باد پہنچنے کی اطلاع ہو جاتی تو ناشتہ لے کر اسٹیشن پر منتظر رہتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ بڑے صاحب کشف بزرگ تھے ایک بار خاص کیفیت میں فرمایا "سب کے دل دیکھ لئے سب کے دل دیکھ لئے لیکن جتنا صاف دل علی میاں کا دیکھا ایسا کسی کا نہیں دیکھا۔ حضرت تھانویؒ کے خلیفہ اجل اور مولانا کے محبوب استاد حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ ایک جگہ مولانا کے متعلق یوں رقم طراز ہیں

"آج وہ سید ابوالحسن علی ندوی کے نام سے مشہور روزگار اور تبلیغ دین کے کام میں پورے انہماک کے

ساتھ مصروف ہیں حجاز و مصر کی فضائیں ان کی دعوت کے نغموں سے مسحور ہیں...... اللہ تعالیٰ نے عربی تقریر و تحریر کی دولت ان کو عطا فرمائی ہے جس کو وہ بحمد للہ دین کی راہ میں لٹا رہے ہیں"

مفتی اعظم پاکستان اور حضرت تھانویؒ کے محبوب خلیفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ حضرت مولانا کو موفق من اللہ فرمایا کرتے تھے اور حضرت مفتی اعظمؒ کے باتوفیق صاحبزادے حضرت مولانا جسٹس تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم ایک جگہ حضرت مولانا کے متعلق ان الفاظ میں اپنے احساسات لکھتے ہیں

"مفکر اسلام کی شخصیت ہمارے دور کی ان معدودے چند شخصیات میں سے ہے جن کے تصور سے نہ صرف اپنے زمانہ کے احساس میں کمی آتی ہے بلکہ ان کے صرف وجود ہی سے اس پرفتن زمانہ میں تسلی وڈھارس کا احساس ہوتا ہے"

جب حضرت مولانا کو 1955ء میں دمشق یونیورسٹی میں بطور استاد تقرری کی نوید ملی تو اس اعزاز کی خبر پر عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد (دکن) کے شعبہ دینیات کے سربراہ اردو کے بے مثال ادیب حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی اپنے تاثر کا اظہار ان الفاظ میں کیا تحریر فرماتے ہیں :

"اخبار جمعیۃ کے بعد اخبار مدینہ میں بھی اس تاریخی امتیاز کی خبر پڑھی جو صدیوں کے بعد ہندوستان کو حاصل ہوا (شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے ہم عصر علامہ صفی الدین بدایونیؒ کے بعد شاید آپ دوسرے ہندی عالم ہیں جن کو شام میں پڑھانے اور اپنے علوم سے شامیوں کو فائدہ پہنچانے کا موقع ملا بلکہ صفی ہندی تو خود گئے تھے اور آپ کو وہاں کی حکومت اور جامعہ نے طلب کیا ہے وشتان بینھما یہ امتیاز آپ کی شخصیت تک ہی محدود نہیں بلکہ سارے ہندی علما کے لئے سرمایہ افتخار ہے۔"

بھوپال کے حضرت شاہ یعقوب مجددیؒ آخری دور میں مجددیہ سلسلہ کے بڑے صاحب دل بزرگ ہوئے ہیں آپ حضرت مولانا کا غایۃ احترام فرماتے باایں ہمہ کمالات حضرت شاہ صاحب کا معمول تھا کہ مولانا کے لئے سٹیشن پر تشریف لاتے یہ صرف حضرت مولانا کا امتیاز تھا بندہ نے آنکھوں سے دیکھا امیر تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسفؒ بھوپال کے سالانہ عالمی اجتماع میں شرکت کے موقع پر پابندی سے حضرت کی مجلس میں شرکت فرماتے ایک بار گاڑی لیٹ ہونے کی وجہ سے رات کا بڑا حصہ حضرت کا اسٹیشن پر کٹا حضرت مولانا نے خط میں اس پر ندامت کا اظہار کیا شاہ صاحب نے جواباً مکتوب تحریر فرمایا :

"اس عاجز کو جو روحانی آرام اس شب حاصل ہوا جس رات کو حضرت کے استقبال میں اسٹیشن پر رہا تھا ایسی خوشی و فرحت کی کوئی رات مجھ کو اپنی زندگی میں یاد نہیں جسمانی کوفت بہت قلیل اور روحانی فرحت بہت کثیر"

عارف باللہ حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھیؒ فرمایا کرتے تھے :

"چونکہ علی میاں اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کے پردے میں چھپا رکھا ہے اگر وہ اپنے کو ظاہر کر دیں تو دوسرے پیروں کو مرید نہ ملیں۔"

محدث شہیر جانشین حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ حضرت مولانا کو ایۃ من آیات اللہ فرمایا کرتے تھے۔ عارف باللہ صدیق زمانہ حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندویؒ اپنے آخری مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :

مخدومی حضرت اقدس دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : احقر کو اپنے اکابر سے الحمدللہ ہمیشہ سے عقیدت رہی ہے اور ہے اسوقت حضرت والا کی عقیدت اور عظمت جو اس ناکارہ کے دل میں ہے اسکو سب پر فوقیت اور اولیت حاصل ہے اور یہ زندگی کا سرمایہ ہے اللہ تعالیٰ اخیر وقت تک اسکو باقی رکھے۔

حضرت مولانا اشرف سلیمانی خلیفہ حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں :

"علی میاں کا خمیر محبت و نرمی سے عبارت ہے علم و تقویٰ نے ان سے فروغ پایا ہے اور جامعیت علوم کی مسند ان سے مزین ہے مشرق و مغرب کے دینی تقاضوں اور جدید طبقہ کے نبض آشنا ہیں ان کی تحریر دلوں کے اندر اتر جاتی ہے اور بیک وقت دل و دماغ دونوں کو تسلی کا سامان مہیا کر دیتی ہے۔"

حضرت مولانا کے دیرینہ رفیق محترم حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ جن کی حضرت مولانا سے نصف صدی سے زیادہ رفاقت رہی عرصہ تک دن رات کا ساتھ رہا معاصرت اور ایسی طویل رفاقت کے ساتھ حضرت نعمانی کی رائے و تاثر جتنا وقیع اور باوزنی ہو سکتا ہے ظاہر ہے تقریباً ۴۰ سال پہلے ۱۹۵۴ء میں دیوبند کے طلبا نے حضرت مولانا کو خطاب کی دعوت دی اور اس کیلئے حضرت مدنیؒ سے سفارشی خط لکھوایا آپکے اس خطاب کو حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ نے شعبان ۱۳۷۲ھ کے الفرقان میں شائع فرمایا اور اس خطاب پر اور حضرت مولانا کی شخصیت پر اپنا تاثر ان الفاظ میں قلمبند فرمایا :

"یہ مقالہ اگرچہ مقالہ ہی ہے کوئی کتاب نہیں ہے لیکن اپنا یہ احساس و تاثر بے تکلف ظاہر کر دینے کو جی چاہتا ہے کہ اس عاجز کی نظر میں اس کی قیمت و اہمیت سینکڑوں صفحات والی بہت سی کتابوں سے بھی زیادہ ہے اس عاجز کا سن تو اگرچہ ابھی پچاس سے بھی کم ہے لیکن زندگی مختلف میدانوں میں ایسی رواں دواں گذری ہے کہ اتنی ہی عمر میں بہت کچھ دیکھ لیا اور میں سمجھتا ہوں کہ میرا یہ تجربہ اور میری واقفیت اتنی ہے کہ اپنی اس رائے کے اظہار کا مجھے بجا حق ہے کہ ہماری اس دنیا میں ایسے لوگ بہت ہی کم پیدا ہوئے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذہن ثاقب بھی ملا ہو اور دل روشن بھی جو اس دوڑتی ہوئی اور کروٹیں بدلتی ہوئی دنیا کے حالات و مزاج اور اس کے نئے تقاضوں سے پوری طرح باخبر بھی ہوں اور دینی

ایمانی حقائق کے بارے میں وارثین انبیاء کرام کی طرح صاحب یقین بھی' الغرض ہماری اس دنیا میں یہ جنس بہت ہی کمیاب ہے اور اللہ کے ایسے بندے جو ان دونوں صفتوں کے جامع ہوں اس عاجز نے غالباً اتنے بھی نہیں دیکھے جتنی کہ اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں ہیں لیکن جو دو چار دیکھے ہیں ان میں ایک ذات رفیق محترم مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی بھی ہے اللہ کی خاص عنایت و توفیق سے وہ صاحب نظر و فکر بھی ہیں اور صاحب قلب بھی اور اپنے علم و معلومات کے لحاظ سے جدید بھی ہیں اور ایمان و یقین اور رسوخ فی الدین اور طرز زندگی کے لحاظ سے قدیم بھی ان کی ذات مدرسہ بھی ہے اور خانقاہ بھی''۔

بر صغیر ہی نہیں عالم اسلام بالخصوص عرب دنیا کے اساطین علم و فضل اور دینی و روحانی شخصیات نے جس فراخدلی سے مفکر اسلام حضرت مولانا ابو الحسن علی ندویؒ کو خراج تحسین پیش کیا ہے عصر حاضر ہی نہیں بلکہ شاید بر صغیر کی پوری تاریخ میں اس کی کوئی مثال موجود نہیں ہے مفتی اعظم فلسطین مفتی محمد امین الحسینی جیسی عظیم دینی اور مجاہد ہستی اپنے ایک مکتوب میں رقمطراز ہے :

'' حضرت صاحب الفضیلۃ الاستاد الجلیل ابی الحسن علی ندوی وکیل ندوۃ العلماء بالھند :

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' آپ کو ایک مومن مخلص کی شان کے مطابق مرض کی تشخیص اور اس کیلئے دوا تجویز کرنے کی سعادت و توفیق حاصل ہوئی۔

مفتی اعظم فلسطین کا یہ مکتوب ۷ ۲ جولائی 1957ء کا ہے جس میں آپنے حضرت مولانا کے ایک فیاض ملت اور آپ کی فکری صوابدید کا اعتراف فرمایا ہے۔

۱۶ سال کی عمر میں آپکا مضمون ترجمہ امام السید احمد بن عرفان الشھید عالم اسلام کے جلیل القدر عالم و محقق علامہ سید رشید رضا نے اپنے معروف رسالہ ''المنار'' میں شائع کیا پھر اجازت لے کر الگ سے کتابچہ کی صورت میں شائع کیا حضرت مولانا کی یہ پہلی تصنیف تھی جو مصر سے عربی میں شائع ہوئی۔

حضرت مولانا کی تعظیم و جلیل خدمات پر خراج تحسین پیش کرنے کے لئے ۱۹ اگست ۱۹۹۶ء ترکی میں جلسہ تکریم کا انعقاد ہوا جس میں عالم اسلام کے جلیل القدر علماء و مفکرین نے آپ کی علمی و دینی خدمات پر مقالات پیش کئے مصر کے مشہور عالم ڈاکٹر عبد المعنم احمد یونس نے اس سیمینار کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا :

'' مولانا ابو الحسن علی ندوی پوری انسانیت کے مربی و محسن ور ہنما ہیں عرب و عجم ان کی دعوت و فکر سے نہ صرف آشنا بلکہ ان کا قدر دان ہے آج ہمیں دلی مسرت ہے بلکہ ہم فخر و اعزاز محسوس کر رہے ہیں کہ استنبول جیسے تاریخی شہر میں ہم یہ جلسہ ایسی شخصیت کے اعزاز میں کر رہے ہیں جن کی ذات انجمن ساز ہے جس نے اسلامی دنیا ہی نہیں مغربی دنیا کو بھی اپنی شخصیت و فن سے متاثر کیا ہے بہت سے علمی

ادبی اور دعوتی مراکز کا سرچشمہ آپکی ذات ہے"

۱۳ نومبر ۱۹۹۷ء کو ندوۃ العلماء لکھنو میں قادیانیوں کے ارتدادی فتنہ کے خلاف عالمی پیانہ پر اجلاس منعقد ہوا جس میں امام حرم الشیخ محمد عبداللہ السبیل اور قبلہ اول مسجد اقصیٰ کے امام و خطیب الشیخ محمد صیام نے خصوصی طور پر شرکت کی الشیخ سبیل حرم کعبہ کے سب سے بڑے امام اور حرمین شریفین کے تمام انتظامی و دینی امور کے صدر اعلیٰ ہیں' حضرت مولانا کے ایما پر عالمی اجلاس کی صدارت کے لئے الشیخ محمد عبداللہ السبیل کا نام تجویز ہوا تو شیخ نے فرمایا : "سماحۃ الشیخ ابو الحسن کے ہوتے ہوئے میں صدر نہیں بن سکتا چنانچہ امام حرم کے اصرار و خواہش پر حضرت مولانا ہی نے اجلاس کی صدارت فرمائی۔

عرب دنیا کے ممتاز عالم و خطیب اور مایہ ناز صاحب قلم الشیخ علی طنطاویؒ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :

"سیدی الاخ الحبیب فی اللہ الا ستاذ الکبیر ابالحسن علی ندوی السلام و علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' ایک دن میں ریڈیو والوں کو اپنی گفتگو براڈ کاسٹ کر رہا تھا براڈ کاسٹ کرنے والے نے مجھ سے سوال کیا کون سی جگہ آپ کو زیادہ پسند ہے اور کس جگہ سے آپ کی خوشگوار ترین یادیں وابستہ ہیں اس کا خیال تھا کہ جواب میں میں اپنے شہر دمشق کا نام لوں گا (جو انبیاء کرام' صحابہ کرامؓ اور کثیر اولیاء عظام شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ابن کثیر ابن عربی وغیرہ کا مسکن و مدفن ہے اور خود حضرت مولانا کا محبوب ترین شہر ہے) لیکن جب میں نے لکھنو میں ندوۃ العلماء کا نام لیا تو وہ حیران رہ گیا تعجب سے پوچھا لکھنو کیا ہے ؟ میں نے جواب دیا الشیخ ابو الحسن علی کا شہر۔"

اپنے دور کے عظیم محدث فقہ حنفی و حدیث کے امام کثیر کتب کے مولف الشیخ عبدالفتاح ابو غدہؒ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :

"یحییٰ بن سعید حدیث یہاں فرماتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موتیوں کی بارش ہو رہی ہو واللہ آپکی باتیں بھی ہمارے لئے ایسی ہی ہیں شکر اس خدا کا جس نے آپکو یہ نعمت دی اور اس پر قادر بنایا اور اس کام کیلئے آپ کو منتخب کیا اور آپکی شخصیت میں ہماری تاریخ کی روشن و شاندار علمی صفحات دکھائے عالی مرتبت علماء سلف کی یاد تازہ کی آپکی ذات گرامی الحمدللہ ان اسلاف کو یاد دلانے کا بہترین نمونہ ہے"

ریاض ۲۰ / ۴ / ۱۴۰۲

عرب دنیا کے مشہور عالم و محقق قطر یونیورسٹی کی کلیۃ الشریعہ کے سربراہ فقہ الزکوۃ جیسی متعدد علمی کتب کے مصنف دینی خدمات میں فیصل ایوارڈ یافتہ عظیم داعی و خطیب الشیخ یوسف قرضاوی ۱۹۹۵ء میں حضرت مولانا کے دوحہ قطر تشریف آوری کے موقع پر اپنی تعارفی تقریر میں فرماتے ہیں :

"الشیخ ابوالحسن علی ندوی ایک عظیم اسلامی شخصیت ہیں وہ سر تا پا اسلام کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اسلام ان کے رگ وریشہ میں سرایت کر گیا ہے اسلام ہی ان کی ابتداء وانتہاء ہے۔ آپ صحیح معنی میں محمدی (ﷺ) ہیں بایں طور کہ آپ نے اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے اور پوری زندگی میں حضور ﷺ کے طریق ہی کو اپنایا ہے۔ آپ اس دور میں سلف صالحین کا نمونہ اور ان کی سچی یادگار ہیں آپ کو دیکھنے سے حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ شیخ کے یقین کامل اللہ پر حقیقی توکل اور امت کی فکر میں ان کی تڑپ اور اپنے آپکو گھلانے نے مجھے ان کا گرویدہ بنالیا ہے۔ میں ان کی محبت سے اللہ کے قرب کا امیدوار ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ حشر میں مجھے ان کا ساتھ نصیب ہو۔"

شیخ الازہر الشیخ ڈاکٹر عبدالحلیم محمود پوری اسلامی وعرب دنیا کے مایہ ناز عالم و محقق اسطرح اعتراف فرماتے ہیں:

"الشیخ ابوالحسن علی ندوی آپ نے اپنی زندگی خدا تعالیٰ کے لئے وقف کر دی ہے اور اپنے شب و روز ایک مخلص و متقی مسلمان کی طرح گذار رہے ہیں آپ نے پاکیزہ اسلوب و کردار اور عمدہ اسلامی لٹریچر کے ذریعہ اسلام کی آواز کو دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلایا ہے۔"

نصف صدی پہلے ۱۹۵۰ء میں سعودی ریڈیو نے حضرت مولانا کی شخصیت پر ایک تفصیلی خاکہ پیش کیا جو تقریباً دس صفحات کو محیط ہے اس کا تھوڑا سا حصہ یہ ہے:

ہم سامعین کے سامنے عصر حاضر کی ایک ایسی جامع الصفات اور منفرد شخصیت کو پیش کرنے جارہے ہیں جو پوری اسلامی دنیا کے لئے ایک بہترین نمونہ و آئیڈیل ہے یہ شخصیت گذشتہ زمانوں کے لحاظ سے بھی قابل تقلید اور ہر زمانہ ہر جگہ کے لئے موزوں و مثالی شخصیت ہے یہ وہ عظیم ہستی جو ہر نایاب اور وہ قیمتی انسان ہے جن کے دل میں انسانیت کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہے آپ ایسے پارسا اور دین دار ہیں جنہیں دیکھ کر سلف صالحین کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی ایک نابغہ عصر اور نادرہ روزگار شخصیت ہیں جن کی عبقریت مسلم ہے جس ناحیہ سے بھی دیکھتے ہیں انہیں عظیم و مثالی پاتے ہیں آپ کی وہ عظیم المرتبت شخصیت ہیں جو عصر حاضر کے فخر قوم و ملت اور فخر اسلام ہیں۔ جس وقت سعودی ریڈیو آپ کی زندگی کی جھلکیاں پیش کر رہا تھا اس وقت آپ کی عمر محض ۳۵ سال تھی اس کے بعد نصف صدی تک اللہ تعالیٰ نے آپ سے دین کے مختلف شعبوں میں احیاء دین کا کام لیا حتی کہ آپ کی شخصیت پورے عالم اسلام کیلئے متفقہ طور پر محبوب ترین ہستی بن گئی ہم اس دعا پر اس مقالہ کو ختم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مولانا کے گرانقدر علمی سرمایہ پر اور تصانیف سے فائدہ اٹھانے اور آپ کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ امین یارب العلمین ۔ وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین ۔